تاثرات

"المعارف" کا گزشتہ شمارہ اقبال نمبر تھا۔ اس کی پسند یا ناپسندیدگی کی بابت ابھی تک قارئین کی رائے معلوم نہیں ہو سکی۔ زیرِ نظر شمارے کو اقبال نمبر کا دوسرا حصہ سمجھنا چاہیے کہ اس کے تمام مضامین بھی اقبال کے پیغام اور افکار ہی کے لیے وقف ہیں۔

انسان پر اکثر ایسے موقعے آتے ہیں کہ وہ بے اختیار خدا کو یاد کرتا ہے۔ اس لیے ہر فردِ بشر کے لب پر کوئی نہ کوئی دعا ہمیشہ رہتی ہے۔ بعض لوگ اس دنیا میں اپنی ترقی اور فلاح کی دعا مانگتے ہیں بعض آخرت میں اپنی نجات کے لیے گڑگڑاتے ہیں۔ لیکن اقبال کی عظمت اور بے غرضی کا اندازہ اس سے سکتا ہے کہ انھوں نے اپنے لیے نہیں بلکہ ہمیشہ قوم کی فلاح کے لیے دعا کی یا اس لیے کہ ان کے کلام میں ایسی تاثیر پیدا ہو، جس سے وہ اپنی قوم کی پوشیدہ قوتوں کو ابھار سکیں:

بہ جلالِ تو کہ در دل دگر آرزو ندارم
بجز ایں دعا کہ بخشی بہ کبوتراں عقابی (زبورِ عجم، ص ۱
بہ ضمیرم آں چناں کن کہ ز شعلۂ نوائے
دل خاکیاں فروزم دل نوریاں گدازم (زبورِ عجم، ص

مثنوی اسرارِ خودی کے آخر میں اقبال نے بڑے سوز و گداز سے یار ہمدم کی دعا کی تھی اور کہا اے پروردگار! بھٹکی ہوئی انسانیت کی زبوں حالی مجھ کو شمع کی طرح جلا رہی ہے۔ میں تو اتنا چاہتا ہوں کہ اپنی محفل میں اس شمع کا گداز پیدا کر کے قلبِ انسانی کے گلزار میں ایک ایسے مضطرب، بے چین اور دل افروز آنسو کی تخم ریزی کر جاؤں جس سے ایسے شعلے پیدا ہوں کہ ان سامنے لالہ کی آتشیں قبا سرد اور پھیکی پڑ جائے۔ لیکن میں انسانیت کی موجودہ بزم میں ہولناک تنہائی محسوس کر رہا ہوں۔ ماضی سے میرا قلب وابستہ اور ایک نصب العینی مستقبل پہ میری نگا [illegible]

قانع دکھائی دیتی ہے ۔ مجھ سے ربط اور تعلق کا اظہار تو سبھی کرتے ہیں لیکن میری روح کی گہرائیوں تک پہنچنے کی کوشش کوئی بھی نہیں کرتا۔

آج اسی اقبال کی صد سالہ تقریبات ولادت منائی جارہی ہیں ۔ ساری دنیا میں ان کے نام کا غلغلہ بلند ہورہا ہے اور جیسے جیسے وقت گزرتا جائے گا ان کے کلام کے اثر و نفوذ کا دائرہ وسیع تر ہوتا جائے گا۔ مشرق میں کوئی شاعر ایسا نہیں جس کے اثر کے متعلق ایسے عالمگیر امکانات کی توقع کی جاسکے۔

اقبال کا پیغام انقلابی اور عالم انسانیت کے لیے ہے۔ بالخصوص مسلمانوں کی فکری، روحانی اور سیاسی تاریخ میں ان کی شاعری نے بڑی حد تک فیصلہ کن کردار ادا کیا ہے ۔ وہ اب بھی زندگی کی ہر شاہراہ میں ہماری راہنمائی کر سکتا ہے ۔ قاضی عبدالغفار مرحوم نے بالکل درست فرمایا ہے :

"کوئی تشبیہ، کوئی استعارہ، کوئی کنایہ باقی نہیں جس کے اندر اقبال نے اپنا پیغام نہ رکھ دیا ہو۔ پھول کی پنکھڑی میں، ہیرے کے جگر میں، دریا کی موجوں میں، پہاڑوں کی بلندیوں میں، چشموں کے شور میں، چاند کی تابانی میں، سورج کی چمک میں، مے خانے کے خم میں، ساقی کے ساغر میں، مغنی کے ساز میں، ساز کے ہر تار میں، غرض کہ ساری شاعری میں ایک پیغام ہے۔"

کاش! ہم اس زندگی افروز پیغام کی روح تک پہنچنے کی کوشش کریں۔

محمد عبداللہ قریشی